کلامِ سلطان باہو کا منظوم اُردو ترجمہ ''عکس باہو'' از مسعود قریشی

محمود الحسن بزمی

ABSTRACT:

Poetical translations of known and popular poets of different languages are common. The main objective of these works was to introduce of prominent poet of a specific language to the readers of other language so that the readership and vastness of literature among different languages takes place simultaneously. This practice is seen in Punjabi and Urdu languages where the poetical words of important and popular poets were translated from our language to other language. In this article the translation of Masuad Qurashi of the poetry of Sulan Bahu a well know classical and mystical Punjabi poet is discussed.

انڈکس: معروف اور مقبول شعرا کے تراجم دوسری زبانوں میں ہوتے رہتے ہیں۔ ان تراجم کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے کہ ایک زبان کے علمی سرمایے کو دوسری زبانوں کے قارئین سے متعارف کروایا جائے۔ اسی طرح تراجم کے ذریعے بیک وقت مختلف زبان کے علم و ادب کی حدیں بھی وسیع ہوتی ہیں اور حلقہء قارئین بھی بڑھتا رہتا ہے۔ اردو اور پنجابی زبانوں کے اہم اور مقبول شعرا کے کلام کے منظوم تراجم کی روایت بہت مضبوط ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اس مضمون میں پنجابی کے کلاسیکی صوفی شاعر سلطان باہو کے کلام کے کا منظوم اُردو ترجمہ جو مسعود قریشی نے کیا اُس کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: سلطان باہو، منظوم ترجمہ، عکس باہو، مسعود قریشی، ابیات، اُردو ترجمہ، پنجابی متن۔

حضرت سلطان باہو (۱۶۳۰ء–۱۶۹۱ء) پنجابی زبان کا نمایاں نام ہے ان کی تصنیفات زیادہ تر فارسی میں ہیں البتہ اپنی سرزمین پنجاب میں عامتہ الناس کی زبان پنجابی میں ان کی صوفیانہ شاعری کا نادر نمونہ ان کے ابیات ہیں

پنجاب کی کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں ان کا کلام پڑھنا، سنا اور سمجھا نہ جاتا ہو۔ ان کا کلام زیادہ تر چار مصرعوں کے بند کی صورت میں ملتا ہے عموماً اس کلام کے ہر مصرعے کے آخر میں ''ہُو'' کا لفظ ردیف کے طور پر آتا ہے۔ پڑھنے والا اس کو لمبا کر کے پڑھتا ہے جس سے کلام کی طرز ادا اور اثر آفرینی دو چند ہو جاتی ہے دوسرے پنجابی شعراء کی طرح سلطان باہو کے کلام کو اردو دان طبقے سے متعارف کروانے کے لیے اس کا بھی منظوم اردو ترجمہ کیا گیا ہے اس سلسلے میں عبدالحمید بھٹی کا ابیات سلطان باہو اور سرور مجاز کی کتاب باہو قابل ذکر ہیں۔ تیسرے منظوم ترجمہ نگار مسعود قریشی ہیں۔

مسعود قریشی نے سلطان باہو کے ابیات کا منظوم ترجمہ عکس باہو کے نام سے کیا جسے لوک ورثے کا قومی ادارہ اسلام آباد (پاکستان) نے مارچ ۱۹۸۰ء شائع کیا۔ کتاب کے ۲۱۱ صفحات ہیں، صفحہ ۹ سے ۱۱ تک ''پہلی بات'' کے عنوان سے مسعود قریشی ترجمے کی غرض و غایت، ترجمہ کرنے کے دوران آنے والی مشکلات اور اپنے پیش کردہ ترجمے کے بعض امتیازات کا ذکر کرتے ہیں۔ انہوں نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ اصل متن سے قریب رکھنے کے لئے وہ اپنے اوپر کچھ پابندیاں عائد کر لیتے ہیں۔

> ''پہلی پابندی تو یہ کہ بحر سلطان باہو والی اختیار کی ہے دوسری یہ کہ ہر باب میں شامل بیت اسی باب کے حروف تہجی سے شروع ہو تیسری یہ کہ مقطع میں باہو کا تخلص ضرور آئے چوتھی یہ کہ مصرعوں کی تعداد کم و بیش نہ ہونے پائے اور حتی الامکان ایک مصرعہ کا ترجمہ اسی مصرعہ میں مکمل ہوے''(۱)

ترجمہ کرتے ہوئے کچھ سہولت یا آزادی انہوں (۲) نے یہ حاصل کی کہ ترجمہ کرتے وقت مستعمل الفاظ وتراکیب وہ ہوں جو اردو شعری ادب میں مروج اور مانوس ہوں تا کہ اردو دان قاری کے ذہنی لطف کو جھٹکا نہ لگے اور سپردگی کا طلسم محفوظ رہے جو فنون لطیفہ سے لطف اندوزی کا اصل جوہر ہے۔ پھر یہ کہ ابیات کے ہر مصرعے کے آخر میں ''ہُو'' کا لفظ ردیف کے طور پر آتا ہے یہ مصرعے کے وزن میں شامل نہیں ہوتا ہے لیکن حرف صوت کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کے معنی میں شامل نہیں ہوتا چنانچہ انہوں نے صوتی مستزاد کا یہ انداز اردو ادب میں نامانوس سمجھتے ہوئے جہاں اس لفظ کو معانی کا حصہ سمجھا ہے اسے اختیار کیا ہے اور جہاں اس کی پابندی قاری کے لئے اجنبیت اور فہم کے عمل میں رکاوٹ بنتی دیکھی اسے نظر انداز کر دیا ہے۔

عکس باہو میں ''سلطان باہو کے ملک چنن دین''(۳) کے عنوان سے صفحہ ۱۳ سے ۲۱ تک ممتاز مفتی نے سلطان باہو کے ادبی ورثہ کو عام کرنے والے ملک چنن دین کے بارے میں خوبصورت تعارف لکھا ہے(۴)۔ ممتاز مفتی کے نزدیک یہی کام اس کے بعد نور محمد نے کیا جن کی شہرہ آفاق تصنیف ''الفرقان'' ہے۔ جس میں سائنسی انداز سے جدید علوم کے مطابق اسم ذات اللہ کی تشریح کی گئی ہے شاید یہ نور محمد، نور محمد کلاچوی ہیں جنہوں ۱۱۴ ابیات پر مشتمل سلطان باہو کا کلام ''انوار سلطانی'' کے نام سے مرتب کیا جس کا چھٹا ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ ممتاز مفتی نے مسعود قریشی کو بھی کلام باہو کی ترویج و اشاعت میں سرگرم کردار ادا کرنے کی بنا پر جو انہوں نے پنجابی کلام کو

اردو زبان میں منتقل کر کے کیا، چنن دین کا علامتی نام دیا ہے۔صفحہ ۲۳ سے ۲۷ تک سلطان باہو کے مختصر حالات زندگی اور فن کے بارے میں سجاد حیدر کا لکھا ہوا مضمون ''سلطان العارفین'' کے عنوان سے موجود ہے(۵)۔فہرست مندرجات میں حرف تہجی 'ا' کے تحت ایک پنجابی بیت کا پہلا مصرعہ دیا ہے اور پھر اسی مصرعے کا اردو ترجمہ نیچے درج کر دیا ہے جیسے:

(ا) الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وچ لائی ہو

الف اللہ چنبیلی پودا مرشد دل میں لگایا ہو

پنجابی کلام کو کتاب کے صفحہ ۲۸ پر جبکہ منظوم اردو ترجمہ صفحہ ۲۹ پر درج کیا گیا ہے اس کے بعد ''ب'' والا بند اور اس کا منظوم ترجمہ درج ہے جو صفحہ ۴۲ اور ۴۳ پر ہونا چاہیے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الف کا صرف ایک ہی بند چنا گیا ہے مگر متذکرہ صفحہ (۲۸) پر جا کر پتہ چلتا ہے کہ 'ا' کے تحت مزید ۱۳ ابیات اور ان کا منظوم اردو ترجمہ صفحہ ۴۱ تک درج کیے گئے ہیں یہ صورت حال تقریباً تمام حرف تہجی کے ساتھ نظر آتی ہے اس کتاب میں کل ۱۸۴ ابیات ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ا (۱۴)، ب (۹)، پ (۷)، ت (۷)، ث (۲)، ج (۱۸)، چ (۲)، ح (۱)، خ (۱)، د (۱۳)، ذ (۳)، ر (۸)، ز (۲)، س (۲)، ش (۱)، ص (۲)، ض (۱)، ط (۲)، ظ (۱)، ع (۲۳)، غ (۱)، ف (۲)، ق (۱)، ک (۱۱)، گ (۳)، ل (۴)، م (۱۲)، ن (۹)، و (۵)، ھ (۵)، ء (۲)، ی (۱)۔

کلام باہو کا یہ تیسرا بھرپور ترجمہ مسعود قریشی نے جب کیا اور جو عکس باہو کے نام سے شائع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں آیا تو پھر ایک وسیع حلقے سے پذیرائی حاصل کر گیا۔اس ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مسعود قریشی بنیادی طور پہ اردو زبان کے آدمی ہیں اردو شاعری میں ان کے دو مجموعے آشوب آگہی (۱۹۷۶ء) اور حرف حجاب اہل فن سے پذیرائی حاصل کر چکے ہیں اسی طرح ڈراموں کا مجموعہ قلو پطرہ کی ایک شام (۱۹۸۵ء) کے نام سے بھی چھپ چکا ہے۔لہٰذا ان کی اردو زبان و ادب میں گہری دسترس اور فارسی زبان سے اچھی خاصی واقفیت نے ان کے فن ترجمہ نگاری پر گہرا اثر ڈالا ہے۔مسعود قریشی کے کلام باہو کے منظوم اردو ترجمے کو ''کلام باہوؒ'' کے مستند تدوین کار ڈاکٹر سید نذیر احمد نے ان لفظوں میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

> ''یہ ترجمہ بہت خوبیاں رکھتا ہے ان میں ایک تو یہی ہے کہ اردو نظم کا بحر وہی رکھا ہے جو اصل پنجابی کا تھا۔الفاظ کا پرجوش آہنگ اور ان کی معنویت اس پر مستزاد ہے۔اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ ترجمے سے ایک حد تک وہ فضا قائم ہو جاتی ہے جو اصل پنجابی کی ہے۔کئی جگہ جہاں اصل پنجابی کے معنی مبہم تھے ترجمے نے کچھ نہ کچھ معنی پیدا کر دیئے ہیں اس لحاظ سے کئی جگہ ترجمے کو اصل سے بہتر کہنا پڑے گا''۔(۶)

چونکہ اردو زبان فارسی سے بہت زیادہ متاثر ہے اس لیے قریشی صاحب ترجمے کو زیادہ تر مفرس کر دیتے ہیں وہ ترجمے میں جو تراکیب، تشبیہات وغیرہ استعمال کرتے ہیں وہ فارسی الاصل دکھائی دیتے ہیں۔اور اردو میں بہت زیادہ

مستعمل ہیں اس طرح وہ آزادی جو انہوں نے کلام باہو کا منظوم اردو ترجمہ کرتے وقت اردو مانوس الفاظ و تراکیب کو استعمال کرنے کے لئے حاصل کی تھی اور جس کا اظہار وہ ''پہلی بات'' میں کرتے ہیں پوری طرح عمل میں آتے ہوئے نظر آتی ہے جیسے: بُنِ مو، دیدۂ بینا، تشنۂ دید، حُسنِ بہاراں، فرطِ شوق، بصد انداز، وصلِ یار، مقصود دل، باز تند، سنگِ میل، اسمِ ذات، فیضِ عشق، شرطِ وصل، نامہء بر، وسیلۂ وصلِ جمیل، قعر بحر، دُرِّ یتیم، بیماری دل، جسدِ خاکی، سوز عشق سے تن من سوزاں، رحمت حق، بحرِ ذات، عشق پائندہ وغیرہ۔

اپنے اس مندرجہ بالا موٗقف کی تائید کے لئے مسعود قریشی کے منظوم ترجمے کی مع اصل متن چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) پنجابی متن:
کی ہویا جے راتیں جاگے جے مرشد جاگ نہ لائی ہو
کوڑا تخت دُنیا دا باہو تے فقر سچی بادشاہی ہو

اردو ترجمہ:
شب بیداری کارِ عبث گر مرشد نظرِ کرم نہ کرے
تختِ دنیا، ہیچ ہے باہو فقر کی شاہی مدام رہے (۷)

(۲) پنجابی متن:
عینوں عین تھیوسی باہو سر وحدت سبحانی ہو

اردو ترجمہ:
پردۂ چشم اُٹھا تو باؔہو دوئی کا امکان کہاں (۸)

(۳) پنجابی متن:
اس مرشد تھیں زن بہتر باہو جو قند فریب لیاسی ہو

اردو ترجمہ:
باؔہو ہے زنِ بد سے بتر جو مرشد بندۂ مکر و ریا (۹)

(۴) پنجابی متن:
سک ماہی دی ٹکن نہ دیندی لوک انھّے دیندے بدیاں ہو

اردو ترجمہ:
سوزِ عشقِ یار سے بیکل، ناداں لوگ بنائیں بات (۱۰)

(۵) پنجابی متن:
مرشد وَسّے سے کوہاں تے تینوں دسے نیڑے ہو
جنہاں الف دی ذات صحیح جا کیتی اوہ رکھدے قدم اگیرے ہو
باؔہو نحن اقرب لبھ لیو نے جھگڑے کُل نبیڑے ہو (۱۱)

اردو ترجمہ:
مرشد سو فرسنگ پہ محوِ نظارہ ہے آنکھ مگر
راز الف کا پانے والے پہنچے اوج ثریا پر
وہ نزدیک رگ جاں باؔہو قرب و دور فریب نظر

(۶) پنجابی متن: ہور دوا نہ دل دی کاری کلمہ دل دی کاری ہو

اردو ترجمہ: ہے بھی دوا بیماری دل کی بس کلمہ ہی دوائے دل (۱۲)

چونکہ مسعود قریشی نے اپنے منظوم اردو ترجمے میں پنجابی متن کو شامل رکھا ہے اس لیے تحقیق وتقابل میں بہت سہولت میسر آتی ہے۔ وہ ایک صفحے پر سلطان باہو کے پنجابی کلام کا متن دے کر اس کے مقابل صفحے پر منظوم اردو ترجمہ کرتے ہیں یعنی اپنے ترجمے میں ابیات کی ترتیب بازار میں دستیاب اکثر نسخوں کی طرح مروجہ حروف تہجی کے اعتبار سے ہی کرتے ہیں اور ایک حرف تہجی کو بطور باب بنا کر اس سے شروع ہونے والے سب ابیات اس کے تحت درج کرتے ہیں ۔فہرست میں وہ حرف تہجی صرف ایک بار لکھتے ہیں اور ان سے شروع ہونے والا مصرعہ بھی مگر اندر کے صفحات پر بندوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے چونکہ انہوں نے بھٹی صاحب کی طرح حروف تہجی کو ردیف وار عنوان نہیں بنایا بلکہ ایک ترتیب سے صفحہ درصفحہ لکھتے جاتے ہیں البتہ جب نیا حرف شروع ہوتا ہے تو پہلے بند میں حرف تہجی دو بار لکھتے ہیں آگے ہر بند میں یہ ایک دفعہ آتا ہے۔

مسعود قریشی اپنے ترجمے میں ''ہو'' کے لفظ کا التزام نہیں کرتے کہیں ''ہو'' لے آتے ہیں اور کہیں اسے چھوڑ دیتے ہیں اور یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے کیونکہ ابیات باہو کے بعض نسخوں میں مصرعے کے آخر میں ''ہو'' کے استعمال کو لازمی امر نہیں سمجھا گیا جیسے کہ سب سے پہلے منظر عام پر آنے والا عزیز عالم پریس گجرات سے ۱۸۹۱ء میں طبع شدہ حاجی محمد دین کا نسخہ جملہ ابیات (۱۳)،دوسرا نسخہ کا ذکر پروفیسر حفیظ تائب نے اپنے ایک مضمون ''سلطان باہو'' میں کیا ہے ۔جس میں صرف نسخہ کا نام اور سال اشاعت کا ذکر کرتے ہیں(۱۴) پھر لاہور سے ۱۹۰۱ء میں سلطان نور احمد کی فرمائش سے منصۂ شہود پر آنے والا ابیات یعنی دوہرہ ھائے ہندی کا نسخہ(۱۵) لیکن عبدالمجید بھٹی کی طرح مسعود قریشی صاحب کا یہ منظوم اردو ترجمہ ان کو دوسرے ترجمہ نگاروں سے منفرد کرتا ہے کہ وہ بھی متن والے صفحے کے مقابل صفحہ پر اردو منظوم ترجمہ کرتے وقت سی حرفی کے پنجابی متن کی طرح اردو میں بھی وہی حرف مصرعے کے شروع میں لاتے ہیں جیسے:

(۱) پنجابی متن: پ پڑھ پڑھ علم لوک ریجھاون کیا ہویا اس پڑھیاں ہو

اردو ترجمہ: پے پڑھ کر کچھ رعب جمائیں چاہیں کہ ان کی دھوم رہے (۱۶)

(۲) پنجابی متن: خام کی جانن سار فقر دی جیہڑے محرم ناہیں دل دے ہو

اردو ترجمہ: خام نہ جانیں فقر کی رمزیں وہ نامحرم دل کے ہو (۱۷)

(۳) پنجابی متن: غ غوث قطب نے اُرے ارٹیرے عاشق جان اگیرے ہو

اردو ترجمہ: غ غوث وقطب ہیں ماندہ ماندہ عاشق کے اونچے درجات (۱۸)

(۴) پنجابی متن: ک کر محنت کجھ حاصل ہووے تینڈی عمراں چار دیہاڑے ہو

اردو ترجمہ: ک کاف کمالے محنت سے کچھ عمرِ عزیز کے دن دو چار (۱۹)

(۵) پنجابی متن: ن نال کُسنگی سنگ نہ کریئے کل نوں لاج نہ لایئے ہو

اردو ترجمہ: ن نون نہ کرنا بد سے یاری، یاری ہی بدنام نہ ہو (۲۰)

اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ مسعود قریشی سی حرفی کی ہئیت اور تقاضوں سے کما حقہ، شناسا تھے کیونکہ سی حرفی میں ''ہو'' کا التزام ضروری نہیں ہے البتہ ہر بند کے پہلے مصرعے کے پہلے لفظ کے پہلے حرف کو مصرعے کے شروع میں لکھنا چاہیے وگرنہ وہ سی حرفی نہیں رہتی جیسا کہ سرور مجاز نے اپنے منظوم اردو ترجمہ میں اسے بالکل فراموش کر دیا ہے۔

مسعود قریشی کی عکس باہو میں کامیاب ترجمے کی بہت ساری مثالوں میں سے چند ایک نذر قارئین ہیں۔ جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر کس قدر خوبصورتی سے جو بات کہتا ہے دوسری زبان میں منتقل کرنے والا ترجمہ نگار نہایت حسن وخوبی سے اس کو اپنی زبان میں سامنے لایا ہے:

کلام باہو: الف اللہ پڑھیا پڑھ حافظ ہویا لیا حجابوں پردہ ہو
لکھ ہزار کتاباں پڑھیاں ظالم نفس نہ مَردا ہو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویا بھی طالب ہو یا زر دا ہو
باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باہو ایہہ ظالم چور راندردا ہو

ترجمہ: اسم الٰہی حفظ کیا جب پردے سارے تار ہوئے
علم وسیلہ زر کا بنا کر پھر عالم زر دار ہوئے
لاکھ کتابیں پڑھ لینے سے نفس کہاں مُردار ہوئے
دل کے چور کو ماریں باہو فقر میں جو سردار ہوئے (۲۱)

سلطان باہو کے کلام کا مسعود قریشی نے بھر پور منظوم اردو ترجمہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اگرچہ مصرعوں کا ہو بہو ترجمہ نہ ہو سکا مگر مفہوم و مطلب نہایت سادہ اور رواں انداز میں پیش کر کے مُراد شاعر کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا قابل تعریف مظاہرہ کیا ہے خاص طور پر پہلے اور دوسرے مصرعوں میں شاعر جو کہنا چاہ رہا تھا مترجم نے بھی اپنے مصرعوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان گنت یعنی لاکھ ہزار کتب پڑھ کر علم حاصل کر کے نفس امارہ کو قابو نہ کر سکے اور دولت و جاہ کی خواہش میں سرگرداں عالموں کو کچھ فائدہ نہ ہوا البتہ دولت فقر سے مالا مال حضرات اندر چھپے ہوئے چور یعنی ''خواہش مال و زر پرستی'' کو پہچان کر اس سے چھٹکارا حاصل کر گئے۔

کلام باہو: الف اندر ہُو تے باہر ہُو وت باہو کتھ لبھیندا ہُو
ہو دا داغ محبت والا دَم دَم نال سڑیندا ہُو
جتھے ہُو کرے روشنائی اوتھوں چھوڑ اندھیرا وہندا ہُو
دو ہیں جہان غلام اس باہُو جہیڑا ہُو نوں صحیح کریندا ہُو

ترجمہ: اللہ اندر باہر ہُو ڈھونڈتے تم دلدار رہے
دل میں الاؤ عشق خدا کا ہر دم شعلہ بار رہے
نور خدا کی ظلمت باطل پہ ہر دم یلغار رہے
ہُو کو سمجھ لے جو باہو دو عالم کا سردار رہے (۲۲)

''ہُو'' دراصل ''اللہ'' کا آخری حرف ''ہ'' کی یاد دلاتا ہے اور یہ انسان کے اندر کثرت ذکر سے رچ بس جاتا ہے جب اس سے شناسائی ہو جائے پھر سب کچھ گھر کے اندر مل جاتا ہے جنگل یا صحرا کی خاک چھاننے کی بجائے ''جہان باطن'' کی بادیہ پیمائی سے ''چراغ عشق خداوندی'' کا قرب میسر آتا ہے جس کی روشنی اور ضوفشانی سے اندر باہر دونوں روشن ہوتے ہیں عالم دنیا اور عالم عقبیٰ کی حکمرانی بھی ''ہ'' کی پہچان سے ملتی ہے۔ مترجم نے کمال کا ترجمہ کیا ہے اور شاعر کا فکر اور پیرایۂ بیان خوبصورتی سے آگے منتقل کر دیا ہے۔

کلام باہو: الف ایہہ دُنیا زن حیض پلیدی کتنی مل مل دھوندے ہُو
دُنیا کارن عالم فاضل گوشے بہہ بہہ روندے ہُو
دُنیا کارن لوک وچارے ہِک پل سُکھ نہ سوندے ہُو
جنہاں چھڈی دُنیا باہو اوہ کندھی چڑھ کھلوندے ہُو

مسعود قریشی: اس دنیا کی ناپاکی کو ناداں ہیں جو دھوتے ہیں
عالم فاضل اس کی ہوس میں گوشوں میں چھپ روتے ہیں
اس کے جال میں پھنسنے والے رات کو بھی کب سوتے ہیں
دنیا ترک کریں جو باہو ارفع و اعلیٰ ہوتے ہیں (۲۳)

کلام باہو کے پہلے مصرعے میں ''کتنی'' شاید ''کئی'' تھا جو کتابت کی غلطی سے متن کی غلطی بن کر سامنے آیا ہے بہر حال اس بند میں بھی مسعود قریشی نے لفظ ''کتنی'' کو نظر انداز کر کے بہتر ترجمہ کیا ہے یعنی دنیا کی ناپاکی کبھی پاکی کا درجہ حاصل نہیں کر سکتی چاہے اس کو کتنی بار مل کر دھوئیں اور جو ایسا کرتے ہیں وہ بے عقل اور ناسمجھ ہی کہلا سکتے ہیں۔ ''کندھی'' یا ''کدھی'' دریا یا ندی کا کناری ہوتا ہے چونکہ دریا گہرائی میں بہتا ہے جبکہ کنارہ اونچا ہونے کی بنا پر جان و مال کے بچانے کا سبب بنتا ہے مسعود قریشی نے اسے ''ارفع و اعلیٰ'' کہہ کر بات میں اثر آفرینی پیدا کی ہے۔

کلام باہو: ب بنھ چلایا طرف زمیں دے عرشوں فرش ٹکایا ہو
گھر تھیں ملیا دیس نکالا اساں لکھیا جھولی پایا ہو
رہونی دنیا نہ کر جھیڑا ساڈا اگے دل گھبرایا ہو
اسیں پردیسی ساڈا وطن دوراڈا باہو دم غم سوایا ہو

مسعود قریشی: بندِ دُنیا طوق گلو ہے عرش سے یہ اُفتاد ہوئی
اب پردیس مقدّر ہم پر خود ہم سے بے داد ہوئی

ہم دل تنگ ہیں اے دُنیا تو اور ستم ایجاد ہوئی
دور دیس کی یاد میں باہو طبع بہت ناشاد ہوئی (۲۴)

سلطان باہو نے کہا تھا کہ انسان بیچارہ تو اس دنیا میں اپنی مرضی سے آیا ہی کب ہے اسے تو ہاتھ پاؤں باندھ کر عرش سے فرش پر پھینک دیا گیا اسے دیس سے پردیس کی مسافرت نوشتہ تقدیر کی بنا پر ملی اور یہاں آ کر کلفتوں، صعوبتوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا تو دل گھبرا گیا ناچار دنیا سے ہاتھ باندھ کر دور رہنا بہتر جانا کیونکہ آخر کار یہ پردیس کاٹ کر اپنے وطن ہی جانا ہے شاعر کا کلام فکر و بیان کے کمال کو پہنچا نظر آتا ہے لیکن مسعود قریشی کا منظوم ترجمہ بھی اسی کمال کے نزدیک پہنچتا دکھائی دیتا ہے خاص کر چوتھا مصرعہ تو غضب کا ہے ''وطن دوراڈا'' کے لیے ''دور دیس'' کی ترکیب نہایت دیدہ زیب ہے ''دم دم غم سوایا'' کے لیے ''طبع بہت ناشاد'' اگر چہ مختلف لگتا ہے لیکن مُراد شاعر کا عکس پڑتا دکھائی دیتا ہے۔

کلام باہو: پ پنجے محل پنجاں وچ چانن دیوا کِت وَل دھریے ہو
پنجے مہر پنجے پٹواری حاصل کت وَل دھریے ہو
پنجے امام تے پنجے قبلے سجدہ کت ول کریئے ہو
باہو صاحب جے سر منگے ہرگز ڈھل نہ کریئے ہو

ترجمہ: پانچ محل ہیں پانچوں روشن شمع کس میں جلائیں ہو
پانچ ہیں مال کے افسر مالیہ کس جانب لے جائیں ہو
پانچ امام اور پانچ ہی قبلے سر کس اور جھکائیں ہو
حکم کے بندے ہم باہو سر مانگے تو سر کٹوائیں ہو (۲۵)

اس دنیا میں انسان کے لیے ''حواسہ خمسہ'' کی اہمیت و ضرورت کامیاب زندگی گذارنے کے لیے اظہر من الشّمس ہے۔ اسی حوالے سے وارث شاہ کے ہاں ''پنج پیر'' (پنج پیر حواس ایہہ پنج تیرے جنھاں تھاپنا تُدھ نوں لایا ای) کی اصطلاح قابل ذکر ہے جو انسان کی رہنمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ سلطان باہو نے ان کے لیے ''پنج محل''، ''پنج مہر''، ''پنج پٹواری''، ''پنج امام'' اور پنج قبلے'' کی اصطلاحات استعمال کر کے زبردست شعری حسن پیدا کیا ہے۔ مقام و مکان کو دیکھیں تو محل اور قبلہ صورت ظاہری بن کر کھڑے نظر آتا ہے فرد اور روح مراد ہو تو معروف و ممتاز ہستیاں مہر اور پٹواری دنیاوی جاہ وجلال کی علامت، امام روحانی اور دینی امتیاز کی علامت بنے سامنے آتے ہیں بقول شاعر انسان کا جملہ علم و شعور ان پانچوں صلاحیتوں کی بنا پر ہے مگر رب تعالیٰ کے لیے ان سب کو ہی نہیں بلکہ اپنی جان کو بھی قربان کیا جاسکتا ہے۔ مترجم نے شاعر کا مفہوم خوبصورتی سے منتقل کیا ہے۔

کلام باہو: ج جنگل دے وچ شیر مریلا باز پوے وچ گھر دے ہو
عشق جیہا اشرف نہ کوئی جیہڑا نہ چھڈے وچ زردے ہو

عاشقاں نیندر بھکھ نہ کوئی عاشق مول نہ مردے ہو
عاشق سوئی جیوندے باہو جو رب اگے سر دھردے ہو

ترجمہ:
جنگل میں شیروں کے حملے گھر میں جھپٹے ہے شاہین
عشق مبرّا حرص و ہوا سے مال و متال کی چاہ نہیں
عاشق ارفع الحاجات ہے عاشق بھی مرتے ہیں کہیں
جان سپرد حق ہو باہو یہ ہے راز عشق مُبیں (۲۶)

پنجابی میں ''مریلا'' یا ''مارو'' جان سے مارنے والی طاقت کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن اس بند میں سلطان باہو نے ایک درندہ ''شیر'' اور ایک پرندہ ''باز'' بطور علامت نقصان دہ اور خطرناک وجود کے لیے مراد لیا ہے جنگل اور گھر سے مراد ظاہر اور باطن کی دنیائیں ہیں یعنی اگر عشق کی دولت سے مالا مال نہ ہو تو پھر باہر کی دنیا میں وجود روح کے لیے ہزار خطرے ہیں اور اگر من کی دنیا میں دیکھیں تو پھر خواہشات جھنجھوڑ ڈالتی ہیں اگر شانت اور شاد نظر آتے ہیں تو وہ عاشق ہی ہیں عشق انسان کو ہر خطرہ سے محفوظ و مامون کر دیتا ہے اور سب سے بڑا عشق، عشق ربی ہے ایسے عاشق کبھی ڈرتے نہیں کبھی مرتے نہیں۔

کلام باہو: د
دل کالے کنوں مُنہ کالا چنگا جے کوئی اُس نے جانے ہو
منہ کالا دل اچھا ہووے تاں دل یار پچھانے ہو
ایہہ دل یار دے پچھے ہووے متاں یار بھی کھرے پچھانے ہو
باہو سے عالم چھوڑ مستیاں نٹھے جدلگن دل ٹکانے ہو

ترجمہ
دل سیہ سے اچھا روئے سیہ گر کوئی مانے ہو
جو بھی سیہ رو روشن دل ہے یار کو وہ پہچانے ہو
جو دل اس کا کرے تعاقب یار بھی اس کو جانے ہو
عالم چھوڑیں مسجد باہو جب دل لگے ٹھکانے ہو (۲۷)

کلام باہو: م
میں کوجھی میرا دلبر سوہنا میں کیونکر اُس نوں بھانواں ہو
وہڑے اساڈے وڑ دانا ہیں پئی لکھ وسیلے پانواں ہو
نہ میں سوہنی نہ دولت پلے میں کی کر یار منانواں ہو
ایہ دُکھ ہمیشہ رہسی باہو روندڑی ہی مر جانواں ہو

ترجمہ
میں بدصورت دلبر یوسف کیسے اس کو بھاؤں ہو
آئے نہ میرے آنگن چاہیے صدقے واری جاؤں
میرے پاس تو حسن نہ زر پھر کیسے اس کو لبھاؤں ہو
یہ آزاز نہ جائے باہو زاری میں مر جاؤں ہو (۲۸)

فکر و عمل کی خوبصورتی اصحابِ سلوک وطریقت کا شعار ہے اور وہ یہی صلاحیت اپنے پیروکاروں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اس رستے پر چلنے والے کبھی مطمئن نہیں ہوتے انہیں ہمیشہ اپنے اندر باہر کی بدصورتی کا احساس رہتا ہے جو دائمی گریہ زاری اور اشک ندامت کی پھوہار سے ان الائشوں کی صفائی پر منتج ہوتا ہے۔نتیجہ اخروی کامیابی کی صورت میں ''روزِ جزا وسزا'' کو سامنے آئے گا۔شاعر کا مطلب اور مفہوم مترجم نے کمال خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

نہیں فقیری جلّیاں مارن سُتیاں لوگ جگاون ہو
نہیں فقیری وہندیاں ندیں سُکیّاں پار لنگاون ہو
نہیں فقیری وچ ہوا دے مصلّےٰ پا ٹھراون ہو
فقیری نام تنہندا باہو دل وچ دوست ٹھروان ہو

ترجمہ: نہ یہ فقر کہ شور ذکر سے سوتوں کو بیدار کریں
نہ یہ فقر کہ دریا سے بے ناؤ مسافر پار کریں
نہ یہ فقر فضا میں مصلے ساکن یا سیار کریں
فقر تو یہ ہے باہو دل میں یار بسائیں پیار کریں (۲۹)

اس بند میں سلطان باہو نے ظاہر دار، ظاہر بیں اور ظاہر پرست مذہبی طبقے کو موضوع سخن بنایا ہے جنھوں نے تصوف وسلوک میں ظاہر پر زور دینے والوں کا کرامتوں اور کشف و درک کے جھوٹے دعووں سے مخلوق خدا کو مشق ستم و حصول زر کے لیے نشانہ بنا رکھا ہے۔اگر پتے کی بات پوچھنی ہے تو وہ یہ کہ دوست کو دل میں چھپا کر رکھتے ہیں نمائش کرنا ظاہر داروں کا کام ہے۔

مسعود قریشی نے ''پہلی بات'' میں ابیات باہو کی بحر، پھر حروف تہجی کی ترتیب آخری مصرعے میں باہو کا تخلص اور مصرعوں کی مقررہ تعداد نیز ایک مصرعہ کا ایک ہی مصرعہ میں ترجمہ کرنے کی پابندی کو کمال خوبصورتی سے نبھایا ہے۔البتہ کچھ مسائل بھی اس منظوم ترجمے میں دیکھنے کو ملتے ہیں کن کی بنا پر یہ قابل قدر کاوش محل نظر ٹھہرتی ہے وہ یہ کہ مسعود قریشی نے کسی جگہ اس امر کا ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے کلام باہو کا منظوم اردو ترجمہ کرتے وقت کون سا نسخہ سامنے رکھا لیکن یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے پیش نظر وہی نسخہ رہا جو بھٹی صاحب کے سامنے رہا کیونکہ بعد میں مدون کیے جانے والے ڈاکٹر سید نذیر احمد(۳۰) اور شریف صابر (۳۱) کے مستند متنوں اور ان سے پہلے سلطان الطاف علی کے مرتبہ ۱۹۷۵ء(۳۲) والے نسخہ میں وہ الفاظ بالکل نہیں ملتے جو بھٹی صاحب اور قریشی صاحب نے استعمال کیے ہیں۔اور یہ نسخہ ملک چنن دین والا ہی ہوسکتا ہے کیونکہ عکس باہو کے پیش لفظ میں ممتاز مفتی کا کلام باہو کو عام کرنے میں ملک چنن دین کے کردار کو خراج تحسین اور مسعود قریشی کو بھی چنن دین ہی قرار دے چکے ہیں (۳۳) اور پھر ڈاکٹر نذیر احمد کلام باہو کے تعارف میں بھی اس طرف اشارہ کر چکے ہیں(۳۴)۔مسعود قریشی کے سامنے ملک چنن دین کا نسخہ نہ بھی رہا ہو تو یہ بات تو یقینی ہے کہ انہوں نے عبدالمجید بھٹی کے مرتبہ متن اور ترجمہ کو ضرور سامنے رکھا ہوگا۔اس وجہ سے ان کا متن بھٹی صاحب کے دے ہوئے متن کے زیادہ قریب ہے جبکہ دوسرے

بعد والے مرتبین سے مختلف ہے۔ تقابل کے لیے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مسعود قریشی کا منتخب کردہ پنجابی متن:

الف اللہ صحیح کیتوس جداں چمکیا عشق اگوہاں ہو
رات دہیں دیوے تانگھڑے نت کرے اگوہاں سوہاں ہو
اندر بھاہیں اندر بالن اندر دے وچ دھواں ہو
باھوشہ رگ تھیں رب نیڑے لدھا جدوں عشق کیتا سی سوہاں ہو (۳۵)

عبدالمجید بھٹی کا منتخب کردہ پنجابی متن:

الف اللہ صحیح کیتوس جداں چمکیا عشق اگوہاں ہُو
رات دہیں دیوے تانگھڑے نت کرے اگوہاں سوہاں ہُو
اندر بھائیں اندر بالن، اندر دے وچ دُھواں ہو
باہوشاہ رگ تھیں رب نیڑے لدھا جدوں عشق کیتا سی سوہاں ہو (۳۶)

ڈاکٹر نذیر احمد کا مرتبہ متن:

اللہ صحی کیتو سے جس دم چمکیا عشق اگوہاں ہُو
رات دینہاں دے تکھیرے کرے اگوہاں سونہاں ہُو
اندر بھائیں، اندر بالن، اندر دے وچ دُھوہاں ہُو
شہ رگ تھیں رب نیڑے لدّھا جد عشقے کیتا سُونہاں ہُو (۳۷)

شریف صابر کا مرتبہ متن:

الف اللہ جاں سہی کیتو سے چمکیا عشق اگوہاں ہُو
راتیں دینہاں تاتکھیرے کرے اگوہاں سُونہاں ہُو
اندر بھاہیں اندر بالن اندر دے وچ دُھوہاں ہُو
شاہ رگ تھیں رَبّ نیڑے باہُو عشق کیتو سے سُونہاں ہو (۳۸)

سلطان الطاف علی کا مرتبہ متن:

الف اللہ صحی کیتو سے جداں چمکیا عشق اگوہاں ہُو
راتیں دیہاں دیوے تانکھیرے نت کرے اگوہاں سوہاں ہُو
اندر بھاہیں اندر بالن اندر دیوچ دھوھاں ہُو
باہوشوہ تداں لدھیو سے جداں عشق کیتو سے سوہاں ہُو (۳۹)

عبدالمجید بھٹی اور مسعود قریشی دونوں کا پنجابی متن ایک ہے جبکہ ڈاکٹر نذیر احمد، شریف صابر اور سلطان الطاف علی، ان تینوں کے متنوں میں اول الذکر دونوں کی نسبت اختلاف ہے۔ مسعود قریشی کے متن سے اب دو ایک اور ایسی

مثالیں دیکھیے جہاں عبدالمجید بھٹی اور مسعود قریشی دونوں نے غلط متن درج کیا اور اس بنا پر ترجمہ بھی غلط ہوا۔ آگے دی جانے والی مثالوں میں صفحات کا نمبر ساتھ ہی لکھ دیا گیا ہے تاکہ قارئین کو دونوں مترجمین کے متون کا بخوبی علم ہو سکے اور حوالوں کی کثرت سے کچھ بچا جا سکے:

مسعود قریشی:

بغداد شہر دی کیا نشانی اُچیاں لمیاں چیزاں ہو (ص: ۴۲)

عبدالمجید بھٹی:

بغداد شہر دی کیا نشانی ، اُچیاں لمیاں چیزاں ہُو (ص: ۳۶)

مسعود قریشی:

جوکوئی اُس دی کرے تباہی اس نام اللہ دالدّ ھا ہو (ص: ۳۴)

عبدالمجید بھٹی:

جوکوئی اس دی کرے تباہی اس نام اللہ دالدّ ھا ہو (ص: ۲۲)

مسعود قریشی:

اس میدان محبت والے ملن تاء تر کھیڑے ہو (ص: ۶۶)

عبدالمجید بھٹی:

اس میدان محبت والے ملن تاء تر کھیڑے ہو (ص: ۶۴)

مسعود قریشی:

دو ہیں جہانیں مٹھےؔ باہو جہناں سنگ کیتا وو ولیاں ہو (ص: ۶۸)

عبدالمجید بھٹی:

دو ہیں جہانیں مٹھےِ باہو جہناں سنگ کیتا وو ولیاں ہو (ص: ۶۴)

مندرجہ بالا مثالوں میں دونوں صاحبان کے متنوں میں خط کشیدہ الفاظ مروجہ نسخوں سے مختلف بلکہ غلط ہیں۔ عبدالمجید بھٹی اور اُن کی پیروی میں مسعود قریشی کے ہاں، مشترک مگر نہایت غلط متن کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

عبدالمجید بھٹی:

ملیا دوست باہو نہ انہاں نوں کیتی چوڑ تر ٹی ہو (ص: ۶۸)

مسعود قریشی:

ملیا دوست باہو نہ انہاں جہناں کیتی چوڑ تر ٹی ہو (ص: ۷۰)

دونوں صاحبان نے ''تر ٹی چوڑ کرنا'' کے مفہوم کو نہیں سمجھا۔ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ گھر بار لُٹا دینا۔ ان دونوں کے متن کا ترجمہ یہ بن رہا ہے کہ جن لوگوں نے گھر بار لٹا دیا اُن کو دوست نہ ملا۔ یہ خلافِ حقیقت ہے۔ باہو کے نزدیک دوست تبھی ملتا جب اپنا آپ گنوا دیا جائے، سب کچھ لٹا دیا جائے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ باہو نے اس

لفظ کو اپنے ابیات میں اس سے پہلے بھی استعمال کیا ہے اور یہ لفظ ان دونوں مترجمین کے ہاں یعنی بھٹی صاحب اور مسعود قریشی دونوں کے متن میں دوسری جگہ پر ایک جیسا ہے ملاحظہ ہو:

بھٹی صاحب: ثابت عشق تنہاں نے لدھاجھناں ترٹی چوڑ چا کیتی ہو (ص:۶۲)

مسعود قریشی: ثابت عشق تنہاں نے لدھاجھناں ترٹی چوڑ کیتی ہو (ص:۶۶)

یہاں سلطان باہو نے ان لوگوں کے عشق کو کامل قرار دیا ہے جنہوں نے سب کچھ لٹا دیا۔ اسی مفہوم میں اس لفظ کا استعمال ایک اور جگہ ملاحظہ ہو:

بھٹی صاحب: ہرگز دوست نہ ملیا انہاں باہو جنہاں ترٹی چوڑ نہ کیتی ہو (ص:۶۸)

مسعود قریشی: ہرگز دوست نہ ملیاں انہاں باہو جنہاں ترٹی چوڑ نہ کیتی ہو (ص:۷۲)

ان مثالوں سے یہ بتانا مقصد ہے کہ عبدالمجید بھٹی کے متن میں ایک جگہ اگر غلطی ہوئی تو مسعود قریشی نے اس کو من و عن قبول کر لیا گویا متن کے لحاظ سے انہوں نے بھٹی صاحب کی پیروی کی ہے۔

مسعود قریشی کے کلام باہو کے منظوم اردو ترجمہ میں جو تسامحات ہو گئے ہیں ان کا ذکر نہ کرنا جملہ نقادان شعر و فن کے معیارات کی بے حرمتی ہو گی جو ہر سعی و کاوش کو تحقیق و تنقید کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تا کہ آنے والے لوگوں کی درست سمت میں رہنمائی ہوتی رہے۔ ذیل میں ایسی چند مثالیں مسعود قریشی کے ترجمے سے دی جاتی ہیں۔

پنجابی بیت: الف ایہہ دنیا زن حیض پلیدی ہرگز پاک نہ تھیوے ہُو
جیں فقر گھر دُنیا ہووے لعنت تُس دے جیوے ہو
جب دنیا دی رب تھیں موڑے ویلے فکر کچیوے ہُو
سہ طلاق دنیا نوں دیئے جے باہو سَدّ پچھیوے ہو

منظوم ترجمہ: اس کو پاک نہ جانو ہرگز دُنیا ہے ناپاک بہت
فقر نفی ہے دنیا کی اس لعنت سے یہ پاک بہت
یادِ خدا سے غافل کردے یہ رہزن چالاک بہت
دُنیا چھوڑ اے باہو دامِ دنیا میں پیچاک بہت (۴۰)

شاعر کے نزدیک یہ دُنیا عورت کے مخصوص ایام کے خون سے زیادہ نجاست والی ہے اور نجاست کبھی پاک نہیں ہوتی اور جس (صاحب) فقر کے ہاں دُنیا کی محبت ہو اس کی زندگی باعث لعنت ہے۔ دنیا کی محبت اللہ تعالیٰ کی یاد سے باز رکھتی ہے۔ وقتی سوچ بچار اور فائدہ سمجھاتی ہے۔ اگر باہو تم سچ (اصل لفظ سچ ہے قریشی صاحب نے بھٹی صاحب کے تتبع میں ''سدّ'' لکھا ہے) پوچھو تو اس دنیا کو تین طلاق دے دینی چاہیں یعنی اس کو بالکل چھوڑ دینا چاہیے۔ پہلے مصرعہ کا ترجمہ ٹھیک ہے دوسرے مصرعے کا غلط ترجمہ کر دیا ہے کہ فقر دنیا کی نفی ہے اور یہ اس لعنت (دنیا) سے پاک ہے تیسرے مصرعے کے دوسرے حصے کا ترجمہ بھی غلط ہے جبکہ چوتھا مصرعہ تو بالکل ہی غلط ترجمہ کیا ہے کہ اے باہو دُنیا کو چھوڑ دو دنیا کے جال یا فریب میں بہت پیچ (بھول بھلیاں) ہیں۔

(۲) پ
پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون کرن عبادت دوری ہو
اندر جھگّی پئی لُٹیو ے تن من خیر نہ موری ہو
مولا والی سدا سوکھالی دل توں لاہ تکوری ہو
باہُو رب تنہاں نوں حاصل جنہاں جگ نہ کیتی چوری ہو

اردو ترجمہ:
پڑھ پڑھ علم لگائیں نمائش لمبے چلّے طولِ سجود
لُٹ گئی دل کی دولت لیکن کچھ احساسِ زیاں نہ سُود
لَو اللہ سے لگے تو پھر کیسی تشویشِ ہَست و بود
حق سے واصل باہُو جو آزادِ فکرِ بند وکشود (۴۱)

پنجابی متن میں لفظ ''دوری'' دراصل ''دوہری'' ہے شاعر کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ علم حاصل کر کے مشائخ کہلانا پسند کرتے ہیں اور بہت زیادہ (دگنی) عبادت کرتے ہیں لیکن من کے اندر کی دنیا لٹتی جاتی ہے اور بندے کو اس کا ادراک بھی نہیں ہو پاتا جس شخص نے اللہ سے لو لگائی اور اُسے سب کچھ سمجھ لیا وہ ہمیشہ آرام میں رہے گا لیکن اس کے لئے دل سے بغض کینہ اور دشمنی ختم کرنا ہو گی۔ اے باہُو اللہ تعالیٰ کا قرب صرف اُن کو ملے گا جنہوں نے اس دنیا میں چوری چھپے بُرے کام نہ کیے ہوں گے۔ مترجم نے پہلے اور دوسرے مصرعے کا ترجمہ تقریباً ٹھیک کیا ہے البتہ تیسرے اور چوتھے مصرعے میں شاعر کے مفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ دل سے دشمنی ختم کرنا اور ہونے نہ ہونے کی پریشانی کا آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔

(۳) پنجابی متن ج
جیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل بخت نہ بختی ہُو
استاد ازل دے سبق پڑھایا ہتھ دتیس دل دی تختی ہُو
بر سر آئیاں دم نہ ماریں جاں سر آوے سختی ہُو
پڑھ توحید تھیوسی واصل باہُو سبق پڑھیوے وقتی ہُو

اردو ترجمہ:
جو دل عشق کا گاہک نہ وہ دل پتھر کی اک سل
دے کر سبق استاد ازل نے بخشی سب کو لوح دل
سر پر پڑی کو جھیل خوشی سے جاں پہ پڑی گزرے مشکل
واصل حق وحدت سے باہو ورد زباں ہر دم ہر دل (۴۲)

پنجابی بیت ص ۷۰ کے نصف اول پہ درج ہے جبکہ اس کے مقابل منظوم ترجمہ ص ۷۰ کے نصف دوم پر درج بیت کا ہے ص ۷۱ کے نصف اول والا ترجمہ ص ۷۰ کے نصف دوم کا اور نصف دوم والا ترجمہ ص ۷۰ کے نصف اول کا ہے۔ یہ تو تھی ترتیب بند میں غلطی۔ اب اگر معنی اور مفہوم پر غور کریں تو پنجابی بیت کے پہلے مصرعے کا ترجمہ یہ بنتا ہے کہ جس دل کو عشق کی متاع گراں قدر میسر نہیں اس کے بخت اور مقدر کا ہونا نہ ہونا الگ سا ہے یا اس کا مقدر تاریک تر ہے جبکہ مسعود قریشی کا ترجمہ یہ ہے کہ جو دل عشق کی دولت سے مالا مال نہیں اس کا دل پتھر کی ایک سل ہے۔

(۴) پنجابی متن: ع

عاشق سوئی حقیقی جیہڑا قتل معشوق دے منّے ہُو
عشق نہ چھوڑے مُکھ نہ موڑے توڑے سے تلواراں کھنّے ہُو
جتول ویکھے راز ماہی دے لگے اوسے بنّے ہُو
سچّا عشق حسینؓ علیؓ دا باہو سر دیوے راز نہ بھنّے ہُو

اردو ترجمہ:

عاشق وہ ہیں اصلی جو معشوق پہ جاں قربان کریں
عشق سے منہ نہ موڑیں سو سو حملے اہل جہان کریں
جو بھی رضا محبوب کی ہو اُس طور پہ ہی گزران کریں
عشق حسینؓ علیؓ کا باہو ایماں پہ سر دان کریں (۴۳)

شاعر کہنا چاہتا ہے کہ سچا عاشق وہی ہے جو معشوق کے ہاتھوں قتل ہونے پر صاد کرے اپنے عشق سے پیچھے نہ ہٹے اور محبوب سے روگردانی نہ کرے چاہے محبوب کے ہاتھوں قتل ہو ہو کر سو تلواروں کے منہ ٹوٹ جائیں اور جس طرف پیارا چاہے اسی سمت ہو جائے اور دنیا میں سچے عشق کی سب سے بڑی مثال حضرت حسینؓ ابن علیؓ کی جنھوں نے سر کٹوا دیا لیکن اصل راز کو آشکار نہ کیا۔ مترجم نے اپنا من چاہا ترجمہ کیا ہے خصوصاً دوسرا مصرعہ کہ عاشق ، عشق نہ چھوڑیں چاہے اہل جہاں سو سو حملہ کریں جو کہ سراسر غلط ہے۔

(۵) پنجابی متن: ف

فجریں ویلے وقت سویرے نت آن کرن مزدوری ہُو
کانواں اِلّاں ہکسے گلّاں تریجی رلی چنڈوری ہُو
مار چیہاں تے کرن مشقت پُٹ پُٹ کڈھن انگوری ہُو
ساری عمر پٹیند یاں گزری باہُو کدی نہ پیا پوری ہُو

اردو ترجمہ: ف

فرطِ شوق سے صبح سویرے جاگیں پنچھی سارے ہُو
اپنی اپنی بولی بولیں اور بھریں چہکارے ہُو
کونپل توڑیں جڑ کو اکھاڑیں ان کے وارے نیارے ہُو
نہ مقصد نہ منزل باہُو پھریں یہ مارے مارے ہُو (۴۴)

اس بند کی پنجابی نسبتاً آسان ہے کہ علی الصبح مزدوری کرنے والے مزدوری شروع کر دیتے ہیں۔ بات پرندوں کی ہو رہی ہے چنانچہ کوے اور کرگس کی تو ایک ہی بات تھی تیسری چنڈوری بھی شامل ہوگئی ۔ یہ تمام پرندے شور کرنے والے ہیں انہوں نے چیخیں مار مار کر نیا اُگتا ہوا بیج خراب کر دیا حالانکہ ابھی اس کی پوری طرح نشوونما بھی نہ ہو سکی تھی۔ ان کی ساری عمر فصل (نیکی) خراب کرتے گزر جاتی ہے مگر پھر بھی پوری نہیں پڑتی اب ذرا اس مفہوم کو سامنے رکھ کر ترجمہ ملاحظہ کریں کہ کتنا زیادہ تفاوت ہے۔

(۶) پنجابی متن: ھ

ہور دوانہ دل دی کاری کلمہ دل دی کاری ہُو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اُتاری ہُو

کلمہ ہیرے لعل جواہر کلمہ ہٹ پساری ہُو
ایتھے اوتھے دوہیں جہانیں باہُو کلمہ دولت ساری ہُو

اردو ترجمہ:
ہے بھی دوا بیماری دل کی بس کلمہ ہی دوائے دِل
دل کی سیاہی کلمہ کاٹے کلمہ میں ہی شفائے دِل
لعل و جواہر سے یہ گراں تر کلمہ پر ہی آئے دِل
کلمہ حاصلِ دنیا و عقبیٰ کلمہ ہی ہے دوائے دِل (۴۵)

تیسرے مصرعے میں ''ہٹ پساری'' یعنی پنساری کی ہٹی کی علامت کلمے کے لئے استعمال کی ہے لیکن مترجم نے اسے چھوڑ کر ''کلمے پر ہی آئے دل'' کر دیا ہے۔

مسعود قریشی کے ترجمے میں درج بالا مثالیں تو ایسی تھیں اور ان جیسی اور بھی ہیں جو غلط یا متن کے برعکس ترجمے کی مثالیں تھیں۔ اب کچھ ایسی مثالیں دی جاتی ہیں جہاں مسعود قریشی مبہم ترجمہ کرتے ہیں یا برعکس اور الٹ ترجمہ کر کے مفہوم و طلب کو گنجلک بنا دیتے ہیں جس سے تفہیم کلام میں روکاوٹ آ جاتی ہے۔ جگہ کی قلت کے پیش نظر صرف پنجابی کلام اور ترجمہ دیا جاتا ہے:

پنجابی متن:
بہتی میں اوگنہاری تاں بھی لاج پئی گل اُس دے ہُو
پڑھ پڑھ علم کرن تکبر پر شیطان جیہے اوتھے مُس دے ہُو
لکھا تنوں بھو دوزخ والا ہک نت بہشتوں رُس دے ہُو
عاشقاں دے گل چھُری ہمیشہ باہُو اگے محبوباندے کُس دے ہُو

اردو ترجمہ:
بہت گنہ ہیں لیکن جس کا بندہ ہوں وہ بہت رحیم
علم پر جو مغرور ہیں سوچیں تھا کتنا ابلیس علیم
کچھ ٹھکرائیں جنت کو بھی کچھ کے دل میں خوف جحیم
عشق ہے باہُو رقصِ بسمل شکر دلوں میں تن دونیم (۴۶)

پنجابی متن:
مذہباں والے دروازے اُچّے راہ ربانہ مُوری ہُو
پنڈتاں تے ملوانیاں کولوں چھپ چھپ لنگھئے چوری ہُو
اڈیاں مارن کرن بکھیڑے دردمنداں دیاں گھوری ہُو
باہُو چل اتھائیں وسیّے جتھے دعویٰ نہ کسے ہوری ہُو

اردو ترجمہ:
مذہب جادۂ صد سالہ ہے راہ فقیری گام دو گام
اہل ظاہر سے پوشیدہ اس پر چل اے خوش انجام
اہل فقر پہ جنبش ابرو طنز و تمسخر ان کا کام
دعوے داروں کی دنیا سے باہُو ڈھونڈیں دور مقام (۴۷)

پنجابی متن: نال کوسنگی سنگ نہ کریئے کل نوں لاج نہ لایئے ہُو
تُمّے تربوز مول نہ ہوندے توڑے توڑ مکے لے جایئے ہُو
کانواں دے بچے ہنس نہ تھیندے توڑے موتی چوگ چگایئے ہُو
کوڑے کھوہ نہ مٹھے ہوندے باھُو توڑے سے مناں کھنڈ پایئے ہُو

اردو ترجمہ: نون نہ کرنا بد سے یاری، یاری ہی بدنام نہ ہُو
مکے جا کر بھی خرِ عیسیٰ اسپ خوش اندام نہ ہُو
کھا کر مروارید بھی زاغ بچہ ہرگز گلفام نہ ہُو
چشمۂ آب تلخ اے باھُو قند سے شیریں جام نہ ہُو (۴۸)

پنجابی متن: ہِک جاگن ہِک جاگ نہ جانن ہِک جاگدیاں ہی سُتے ہُو
ہِک ستیاں ہی جا واصل ہوئے ہِک جاگدیاں ہی مُٹھے ہُو
کی ہویا جے گھگھو جاگے اوہ لیندا ساہ اُپٹھے ہُو
میں قربان تنہاں توں باہو جنہاں کھوہ پریم دے جُتے ہُو

اردو ترجمہ: ہیں کچھ خوابِ بیداری میں کچھ بیداری خواب میں ہُو
بوم شوم بھی شب بھر جاگے بیداری کے سراب میں ہُو
واصل کچھ سوتے کچھ جاگے دوری کے گرداب میں ہُو
اُن پر قربان باھُو جن کی سبیل اللہ کے باب میں ہُو (۴۹)

یہاں پہلی بات تو یہ ہے کہ منظوم ترجمہ کرتے ہوئے مسعود قریشی نے پنجابی متن کے مصرعوں کی ترتیب بدل دی ہے۔ ان کے ہاں اکثر ایسا ہوا ہے کہ پنجابی بیت کا دوسرا مصرعہ ترجمے میں تیسرا مصرعہ جبکہ پنجابی کا تیسرا مصرعہ ترجمے میں دوسرا مصرعہ لکھا گیا ہے۔ مندرجہ بالا مثالوں میں سے آخری مثال کو دیکھیے کہ اصل مفہوم ترجمے میں کیا شکل اختیار کر لیتا ہے کہ پہلے مصرعے میں شاعر کی مراد یہ ہے کہ کچھ لوگ جاگ رہے ہیں اور کچھ جاگتے رہنے کے سلیقے سے ناآشنا ہیں جبکہ کچھ ایسے بھی ہیں جو بظاہر جاگتے ہیں مگر اصل میں سو رہے ہیں یعنی غفلت میں ہیں۔ ترجمہ نگار یہ مراد لے رہے ہیں کہ کچھ لوگ نیند اور بیداری کی حالت میں اور کچھ خواب سے بیدار ہو چکے ہیں حالانکہ یہ ترجمہ بالکل مراد نہیں ہے بلکہ جاگنے والے جاگنے سے بے بہرہ یا جاگتے ہوئے مگر حقیقتاً غفلت میں پڑے ہوئے لوگ کبھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے پھر دوسرے مصرعے میں سلطان باہو کہہ رہے ہیں کہ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو بظاہر تو سوئے ہوئے لگتے ہیں مگر انہوں نے اپنی فکر و عمل اور حسن نیت سے اللہ کو حاصل کر لیا ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو دیکھنے میں تو بیدار اور متحرک نظر آتے ہیں مگر باطن کی آنکھ سے دیکھا جائے تو ریاکاری یا نیت بد کی وجہ سے یہ محروم اور راندہ درگاہ میں ترجمہ نگار کے خیال میں یہ لوگ سوتے ہیں مولا کو راضی کر چکے ہیں اور قرب و وصال کی دولت سے مالا مال ہیں مگر دوسرے لوگ اللہ سے دوری کے بھنور میں غوطے کھا رہے ہیں۔ آخری مصرعے کا ترجمہ بالکل ہی مبہم اور غیر واضح ہو کر رہ گیا ہے۔

حواشی اور حوالے:

(۱) مسعود قریشی (مترجم) عکس باہو (اسلام آباد: لوک ورثے کا قومی ادارہ، ۱۹۸۰ء) ص:۱۱
(۲) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۱۱
(۳) ملک چنن دین، ملک فضل دین کے خلف الرشید تھے انھوں نے کلام سلطان باہو کی شرح گلزار باہو کے نام سے ۱۹۶۵ء میں شائع کی تھی۔
(۴) ممتاز مفتی، سلطان باہو کے ملک چنن دین مشمولہ؛ عکس باہو، ص:۱۳۔۲۱
(۵) سجاد حیدر، سلطان العارفین، مشمولہ؛ عکس باہو، ص:۲۳۔۲۷
(۶) نذیر احمد، ڈاکٹر سید، مرتبہ؛ کلام سلطان باہو، دوسرا ایڈیشن (لاہور: پیکجز لیمیٹڈ، ۱۹۹۹ء) ص:س
(۷) مسعود قریشی، عکس باہو، ص:۸۴۔۸۵
(۸) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۳۰۔۳۱
(۹) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۹۴۔۹۵
(۱۰) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۱۶۸۔۱۶۹
(۱۱) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۱۸۲۔۱۸۳
(۱۲) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۲۰۲۔۲۰۳
(۱۳) کلام سلطان باہو کا قدیم ترین نسخہ جملہ ابیات حضرت سلطان باہو کے نام سے ملتا ہے۔ یہ ۱۳۰۹ھ بمطابق ۱۸۹۱ء میں چھپا تھا بحوالہ؛ ''حضرت سلطان باہوؒ'' از پروفیسر حفیظ تائب مشمولہ؛ سُرت سویر، مرتبہ؛ شاہد محمود کاشمیری، لاہور: عظیم اکیڈمی، ص:۳۹
(۱۴) حفیظ تائب صاحب نے اپنے مضمون میں صرف سال اشاعت بتایا ہے۔ دراصل ۱۸۹۱ء میں حاجی محمد دین کا نسخہ عزیز عالم پریس سے چھپا تھا شاید ان کے سامنے پوری اشاعتی تفصیل نہ رہی ہو۔ باقی نام کتاب اور سال اشاعت ٹھیک اور یکساں ہے۔
(۱۵) سلطان نور احمد خانوادہ سلطان باہو کے فرد تھے ان کی خواہش پر لاہور سے ۱۹۰۲ء میں کلام باہو دوہڑ ہائے ہندیکے نام سے سامنے آیا تھا۔ آج کل یہ نسخہ کمیاب ہے۔
(۱۶) مسعود قریشی، عکس باہو، ص:۵۰۔۵۱
(۱۷) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۸۸۔۸۹
(۱۸) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۱۵۰۔۱۵۱
(۱۹) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۱۵۴۔۱۵۵
(۲۰) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۱۸۴۔۱۸۵
(۲۱) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۱۸۔۱۹
(۲۲) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۳۲۔۳۳
(۲۳) ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً، ص:۳۸۔۳۹

(۲۴) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۴۸۔۴۹

(۲۵) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۵۶۔۵۷

(۲۶) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۷۴۔۷۵

(۲۷) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۹۴۔۹۵

(۲۸) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۱۷۸۔۱۷۹

(۲۹) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۱۹۲۔۱۹۳

(۳۰) ڈاکٹر سید نذیر احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور نے کلام باہو کا نسخہ مرتب کیا تھا جو پیکجز لیمٹیڈ لاہور نے شائع کیا تھا اس مضمون کی تیاری میں اس کے دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۹ء والے سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(۳۱) محمد شریف صابر نے کلام سلطان باہو کو مکمل ابیات باہو کے نام سے مرتب کیا جسے سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی لاہور نے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا تھا۔

(۳۲) پروفیسر ڈاکٹر الطاف علی سلطان نے ابیات باہو ترجمہ وتشریح، تحقیق کے نام سے کلام باہو کو مرتب کیا اور اسے الفاروق بک فاؤنڈیشن بھیرہ نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔

(۳۳) ممتاز مفتی، مشمولہ؛ عکس باہو، ص:۱۳ تا ۲۱

(۳۴) نذیر احمد، ڈاکٹر سید، کلام سلطان باہو (پنجابی)، دوسرا ایڈیشن (لاہور: پیکجز لیمٹیڈ، ۱۹۹۹ء) ص:س

(۳۵) مسعود قریشی، عکس باہو، ص: ۳۰

(۳۶) بھٹی، عبدالمجید، مرتبہ؛ **کلیات باہو** (لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۷۸ء) ص:۱۱

(۳۷) نذیر احمد، ڈاکٹر سید، کلام سلطان باہو، ص:۶

(۳۸) شریف صابر، مکمل ابیات باہو (لاہور: سید اجمل حسین میموریل، سوسائٹی، ۱۹۹۶ء) ص:۵

(۳۹) سلطان الطاف علی، ابیات سلطان باہو، بیت نمبر ۴

(۴۰) مسعود قریشی، عکس باہو، ص: ۳۶۔۳۷

(۴۱) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۵۴۔۵۵

(۴۲) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۷۰۔۷۱

(۴۳) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۱۳۴۔۱۳۵

(۴۴) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۱۵۲۔۱۵۳

(۴۵) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۲۰۲۔۲۰۳

(۴۶) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۵۰۔۵۱

(۴۷) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۱۸۲۔۱۸۳

(۴۸) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۱۸۴۔۱۸۵

(۴۹) ایضاً ـ ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً ـ ـ ـ ایضاً،ص:۲۰۰۔۲۰۱

ماخذ:

اظہر، عبدالغفور، مرتبہ؛ ابیات باہو، لاہور: شیخ محمد بشیر ناشران کتب، س ن
بھٹی، عبدالمجید، مرتبہ؛ کلیات باہو، پہلا ایڈیشن، لاہور: آئینہ ادب (انارکلی) ۱۹۷۸ء
تنویر بخاری، پنجابی اردو لغت، لاہور: اردو سائنس بورڈ، س ن
سرور مجاز، باہو، طبع سوم، لاہور: میلان پبلشرز، س ن
سلطان الطاف علی، پروفیسر ڈاکٹر، ابیات سلطان باہو ترجمہ و تشریح، تحقیق، بھیرہ: الفاروق بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۵ء
سلطان الطاف علی، پروفیسر ڈاکٹر، کلام باہو، لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۱۹۸۶ء
سودھن ہار، محمد شریف صابر، مرتبہ؛ مکمل ابیات باہو، لاہور: سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی، ۱۹۹۶ء
شریف کنجاہی، مختصر پنجابی لغت، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، س ن
کاشمیری، شاید محمود، سُر ت سویر، لاہور: عظیم اکیڈمی، ۱۹۸۹ء
کلاچوی، نور محمد، مرتبہ؛ انوار سلطانی، چھٹا ایڈیشن، ۱۹۸۰ء
محمد اسلم، ڈاکٹر رانا، مرتبہ؛ ابیات باہو، لاہور: عزیز پبلشرز، ۱۹۸۸ء
مسعود قریشی (مترجم) عکس باہو، اسلام آباد: لوک ورثے کا قومی ادارہ، ۱۹۸۰ء
ملک چنن دین خلف، ملک فضل دین، گلزار باہو شرح ابیات سلطان باہو، (۱۹۶۵ء)
نذیر احمد، پروفیسر ڈاکٹر سید، مرتبہ؛ کلام سلطان باہو (پنجابی)، دوسرا ایڈیشن، (لاہور: پیکجز لیمٹیڈ، ۱۹۹۹ء)